از عدالتِ عظمیٰ[1]

تاریخ فیصلہ: 13 مئی 1954

سٹیٹ آف مدھیا پردیش

بنام

جی۔ سی۔ منڈاور۔

[مہر چند مہاجن چیف جسٹس، مکھر جیہ، ویوین بوس، بھگوتی اور وینکٹارامائیر جسٹس صاحبان]

بھارت کا آئین آرٹیکل 14- صوبائی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ مہنگائی الاؤنس کا پیمانہ- مرکزی حکومت کے مقرر کردہ پیمانے سے مختلف- چاہے امتیازی سلوک ہو- بنیادی قواعد کا قاعدہ 44 مہنگائی الاؤنس کی گرانٹ- چاہے حق ہو یا صوابدیدی کا معاملہ- آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت حکمِ امتنائی یا کوئی دوسری تحریر۔

مرکزی صوبوں اور برار (اب ریاست مدھیہ پردیش) کی حکومت نے 1948 میں اپنے ملازمین کے لئے مہنگائی الاؤنس کا ایک پیمانہ مقرر کیا تھا جو اگرچہ مرکزی حکومت کی طرف سے 400 روپے فی من سے زیادہ تنخواہوں کے سلسلے میں مقرر کردہ مہنگائی الاؤنس کے پیمانے سے عملی طور پر مماثلت رکھتا ہے لیکن 400 روپے فی مینسم یا اس سے کم تنخواہ کے معاملے میں اس سے کم ہے۔ درخواست گزار ریاستی سرکاری ملازم نے ریاستی حکومت کے حکم کے جواز کو اس بنیاد پر چیلنج کیا کہ آئین کے آرٹیکل 14 کے تحت اس کے بنیادی حق کی خلاف ورزی کی گئی ہے کیونکہ اسے مرکزی حکومت کے ملازمین کے ساتھ یکساں سلوک کا حق حاصل ہے۔

حکم ہوا کہ، بنیادی قواعد کے قاعدہ 44 کی توضیعات کے تحت یہ مقامی حکومت کے ساتھ صوابدیدی کا معاملہ ہے کہ آیا وہ کسی سرکاری ملازم کو مہنگائی الاؤنس دے گی اور اگر ایسا ہے تو کتنی۔ یہ ریاست پر اسے دینے کا کوئی فرض عائد نہیں کرتا ہے اور اس لیے کوئی حکمِ امتنائی ریاست کو اسے دینے پر

مجبور کرنے کے لیے جاری نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے سلسلے میں کوئی دوسری رٹ یا ہدایت جاری کی جا سکتی ہے کیونکہ سرکاری ملازم میں کوئی ایسا حق نہیں ہے جو تحفظ یا نفاذ کے قابل ہو۔

آرٹیکل 14 ایک ریاست کے قانون کو اس بنیاد پر ختم کرنے کا اختیار نہیں دیتا ہے کہ اسی موضوع پر دوسری ریاست کے قانون کے برعکس اس کی توضیعات امتیازی ہیں۔ نہ ہی یہ مرکز یا ریاست کے کسی ایسے قانون پر غور کرتا ہے جو اسی طرح کے موضوعات سے متعلق ہو جسے دو قوانین کی توضیعات کے تقابلی مطالعہ کے عمل کے ذریعے غیر آئینی قرار دیا جائے۔

دونوں قوانین کے لیے اختیار کے ذرائع مختلف ہونے کی وجہ سے، آرٹیکل 14 کا کوئی اطلاق نہیں ہو سکتا۔

لہذا مرکزی حکومت کی طرف سے منظور شدہ مہنگائی الاؤنس کا پیمانہ اس بات کی کوئی بنیاد پیش نہیں کر سکتا کہ مرکزی صوبوں اور بیرار کی حکومت کی طرف سے منظور شدہ الاؤنس آرٹیکل 14 کے منافی ہے۔ ریاستی حکومت کو ایک سلیب کے لیے حکومت بھارت کے نرخ طے کرنے اور دوسرے سلیب کے لیے مختلف نرخ طے کرنے کا حق حاصل تھا۔

صوبہ پنجاب بنام پنڈت تاراچند ([1947] ایف سی آر 89)، اور ریاست بہار بنام عبد الماجد ([1954] ایس سی آر 786) ممتاز شدہ۔

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 2، سال 1954۔

ناگپور میں بااختیارِ عدالتِ عالیہ کے 10 ستمبر 1953 کے فیصلے اور حکم سے بھارت کے آئین کے آرٹیکل 132(1) کے تحت اپیل متفرق پٹیشن نمبر 123، سال 1953 میں۔

ایم سی سیتلواڈ، اٹارنی جنرل برائے بھارت (ٹی پی نائک اور آئی این شراف، ان کے ساتھ) اپیل کنندہ کی طرف سے۔

مدعاعلیہ کے لیے ایم کے نمبیار (راجندر نارائن، اس کے ساتھ)۔

بی سین اور پی کے بوس برائے مداخلت (ریاست مغربی بنگال)۔

13.1954 مئی۔

عدالت کا فیصلہ وینکٹارامائیر جسٹس نے سنایا۔

اس اپیل میں فیصلہ کرنے کا نقطہ یہ ہے کہ کیا حکومت وسطی صوبوں اور بیرار، جواب مدھیہ پردیش ہے، کی 16 ستمبر 1948 کی قرارداد، جس میں اپنے ملازمین کو ادا کیے جانے والے مہنگائی الاؤنس کا پیمانہ طے کیا گیا ہے، آئین کے آرٹیکل 14 کے منافی ہے۔

ان حالات کا مختصر ذکر کیا جا سکتا ہے جن کے تحت مذکورہ قرارداد منظور کی گئی۔ جنگ کے نتیجے میں، کھانے پینے کی اشیاء و دیگر ضروری اشیاء کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا، اور اس سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے افراد میں سرکاری ملازمین بھی شامل تھے۔ ان کے لیے راحت کے اقدام کے طور پر، مرکزی اور صوبائی حکومت نے 1940 میں منظور کی گئی مختلف قراردادوں کے تحت انہیں اناج الاؤنس کی منظوری دی۔ مرکزی حکومت کی طرف سے اپنائی گئی اسکیم یہ تھی کہ مختلف صوبوں میں تعینات اس کے ملازمین کو متعلقہ صوبائی حکومت کے ملازمین کے برابر فائدہ ملے۔ لیکن یہ اسکیم مرکزی حکومت کے ملازمین کے لیے نامناسب پائی گئی، کیونکہ صوبائی حکومتوں کی طرف سے دیے جانے والے الاؤنس یکساں نہیں تھے۔ 10 مئی 1946 کو، مرکزی حکومت نے ایک مرکزی تنخواہ کمیشن کا تقرر کیا، جسے اس کے بعد کمیشن کہا جاتا ہے، جو اپنے ملازمین کی خدمت کی شرائط کی تحقیقات اور رپورٹ پیش کرتا ہے، خاص طور پر ان کے تنخواہ کے پیمانے اور معاوضے کے معیار کے ڈھانچے کے حوالے سے جس کا مقصد مکمل حد تک معقولیت، سادگی اور یکسانیت حاصل کرنا ہے۔" کمیشن، جس کی صدارت سر ایس ورادا چاریار نے کی تھی، نے 3 مئی 1947 کی اپنی رپورٹ کے ذریعے ایک مخصوص پیمانے پر مہنگائی الاؤنس دینے کی سفارش کی تھی۔ 27 مئی 1947 کو، مرکزی صوبوں اور بیرار کی حکومت نے ایک تنخواہ کمیٹی مقرر کی، جسے اس کے بعد کمیٹی کہا گیا، "مرکزی تنخواہ کمیشن کی سفارشات کا جائزہ لینے اور اس بات کی رپورٹ دینے کے لیے کہ صوبائی حکومت کو ان سفارشات کو کس حد تک اور کس ترمیم کے تحت قبول کرنا چاہیے، جہاں تک اس کے قواعد سازی کے کنٹرول میں سرکاری ملازمین کا تعلق ہے"۔ 22 جون 1948ء کی اپنی رپورٹ میں کمیٹی نے سفارش کی کہ مہنگائی الاؤنس اس پیمانے پر دیا جائے جو اگرچہ 400 روپے فی مینسم سے زیادہ تنخواہوں کے معاملے میں کمیشن کی طرف سے اختیار کردہ پیمانے سے عملی طور پر مماثلت رکھتا ہے، لیکن 400 روپے فی مینسم یا اس سے کم تنخواہ کے معاملے میں اس سے کم ہے۔ ان سفارشات کو حکومت نے 16 ستمبر

1948 کی قرارداد کے ذریعے قبول کیا تھا۔ دونوں پیمانوں کے درمیان نتیجہ میں یہ فرق غیر فطری طور پر متعلقہ ملازمین میں کافی عدم اطمینان کا باعث نہیں بنا، اور ایگزیکٹو کی طرف سے ازالہ حاصل کرنے کی ناکام کوششوں کے بعد، انہوں نے اپنے نمائندے، مدعاعلیہ کے بذریعے، آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت موجودہ درخواست دائر کی۔ عرضی میں یہ الزام لگایا گیا تھا کہ "ریاستی حکومت کو اپنے تمام ملازمین کے لیے حکومت بھارت کے نرخوں کو یکساں طور پر اپنانا چاہیے تھا اور دوہرا سلیب بنانے اور حکومت بھارت کے نرخوں کو ایک سلیب کے لیے قبول کرنے میں امتیازی سلوک کرنا چاہیے تھا۔ یعنی، 400 روپے سے زیادہ تنخواہ حاصل کرنے والے ملازمین کے لیے، اور دوسرے سلیب کے حوالے سے انہیں قبول نہ کرنا، یعنی، 400 روپے سے کم کمانے والے نوکروں کا، انتہائی امتیازی ہے، کہ "ریاستی حکومت کے ملازم کو مرکزی حکومت کے ملازم کے ساتھ یکساں سلوک کا حق حاصل ہے جو اسی طرح واقع ہے"، اور یہ کہ "ہر ملازم کو یہ بنیادی اور فطری حقوق حاصل ہیں اور درخواست گزار اور وزارتی خدمات کی انجمنوں کے اراکین کو جواب دہندہ سے حکومت بھارت کی شرحوں پر مہنگائی الاؤنس کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے"۔ اس کے بعد درخواست گزار نے دعا کی:

"یہ اعلان کرتے ہوئے کہ تمام وزارتی ملازمین حکومت بھارت کے مہنگائی الاؤنس کی شرحوں کے حقدار ہیں یا کسی بھی صورت میں مناسب مہنگائی الاؤنس کے حقدار ہیں، ریاستی حکومت کو حکم امتناعی کی رٹ یا کسی اور مناسب رٹ یا ہدایت کے ذریعے ہدایت دی جانی چاہیے کہ وہ مہنگائی الاؤنس کے امتیازی قوانین کو منسوخ کرے اور تمام ملازمین کو حکومت بھارت کے نرخوں کو بغیر کسی امتیاز کے اپنائے یا کسی بھی صورت میں، انہیں مناسب روزی فراہم کرنے کے لیے مہنگی الاؤنس کی مناسب شرح فراہم کرے۔

حکومت نے درخواست کو اس بنیاد پر چیلنج کیا، کہ سب سے پہلے، مہنگائی الاؤنس کا دعوی جائز نہیں تھا، اور دوسرا، کہ کمیشن اور کمیٹی کی طرف سے اپنائے گئے مہنگائی الاؤنس کے پیمانے میں فرق آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی نہیں کرتا تھا۔ فاضل ججوں (سنہا چیف جسٹس اور بھٹ جسٹس) نے فیصلہ دیا کہ قواعد کے تحت مہنگائی الاؤنس کو تنخواہ کے برابر رکھا گیا ہے، اور اس لیے اس سے متعلق دعوی جائز ہے۔ اور یہ کہ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت کے ملازمین کے درمیان مہنگائی الاؤنس دینے کے

معاملے میں قابل فرق "کوئی قابل فہم اور معقول بنیاد" پر نہیں تھا، اور یہ کہ 16 ستمبر 1948 کی قرارداد اس لیے خراب تھی۔ اس کے مطابق انہوں نے ریاستی حکومت کو ہدایت جاری کی کہ وہ متعلقہ ملازمین کو ادا کیے جانے والے مہنگائی الاؤنس کے سوال پر نظر ثانی کریں۔ یہ اس فیصلے کے خلاف ہے کہ موجودہ اپیل کو ریاستی حکومت نے آئین کے آرٹیکل 132(1) کے تحت دیے گئے سرٹیفکیٹ پر ترجیح دی ہے۔

اپیل کنندہ کی جانب سے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ سب سے پہلے کہ مہنگائی الاؤنس کی منظوری ایک معاوضہ معاملہ ہے اور جائز نہیں ہے، اور یہ کہ نہ تو حکمِ امتنائی کی رٹ اور نہ ہی اس کے حوالے سے کوئی ہدایت جاری کی جا سکتی ہے، اور دوسرا یہ کہ 16 ستمبر 1948 کی قرارداد آئین کے آرٹیکل 14 سے متاثر نہیں ہے۔ ہماری رائے میں، یہ دونوں تنازعات ہیں۔ اچھی طرح سے قائم ہیں۔

پہلے سوال پر، بنیادی قواعد کا قاعدہ 44 مندرجہ ذیل ہے: "کسی بھی پابندیوں کے تابع جو سیکرٹری اسٹیٹ کونسل میں گورنر جنرل کی کونسل میں گورنر جنرل کے اختیارات پر حکم کے ذریعے عائد کر سکتا ہے، جیسا کہ معاملہ ہو، اور عام اصول کے مطابق کہ معاوضے کے الاؤنس کی رقم کو اس طرح منظم کیا جانا چاہیے کہ الاؤنس مجموعی طور پر وصول کنندہ کے لیے منافع کا ذریعہ نہیں ہے، ایک مقامی حکومت اپنے زیر انتظام کسی بھی سرکاری ملازم کو ایسا الاؤنس دے سکتی ہے اور ان کی رقوم اور ان شرائط کو طے کرنے کے لیے قواعد بنا سکتی ہے جن کے تحت انہیں نکالا جا سکتا ہے۔

اس شق کے تحت، یہ مقامی حکومت کے ساتھ صوابدیدی کا معاملہ ہے کہ آیا وہ مہنگائی الاؤنس دے گی اور اگر ایسا ہے تو کتنی۔ ایسا ہونے کی وجہ سے، حکمِ امتنائی کے لیے استدعا واضح طور پر غلط فہمی ہے، کیونکہ یہ صرف اس صورت میں دی جا سکتی ہے جب درخواست گزار کو مخالف پر ڈالے گئے کسی فرض کی انجام دہی پر مجبور کرنے کا حق ہو۔ بنیادی قواعد کا قاعدہ 44 سرکاری ملازمین کو مہنگائی الاؤنس دینے کا کوئی حق نہیں دیتا؛ یہ ریاست پر اسے دینے کا کوئی فرض عائد نہیں کرتا ہے۔ یہ محض ریاست کو اپنی صوابدید پر رحم دلانہ الاؤنس دینے کا اختیار دیتا ہے، اور کوئی حکمِ امتنائی اس طرح کے اختیار کے استعمال پر مجبور کرنے کے لیے جاری نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی، درحقیقت، اس کے سلسلے میں کوئی

دوسری رٹ یا ہدایت جاری کی جا سکتی ہے، کیونکہ درخواست گزار میں ایسا کوئی حق نہیں ہے جو تحفظ یا نفاذ کے قابل ہو۔

عدالت عالیہ کے قابل ججوں نے کچھ اصولوں پر انحصار کیا جو بعض مقاصد کے لیے تنخواہ کے طور پر مہنگائی الاؤنس کو ایک ہی بنیاد پر رکھتے ہیں، اور پنجاب صوبہ بنام پنڈت تاراچند ([1]) میں فیصلے کے اختیار پر مؤقف اختیار کیا کہ موجودہ دعوی جائز ہے۔ لیکن صوبہ پنجاب بنام پنڈت تاراچند تنخواہ کے بقایا جات کی وصولی کے لیے ایک کارروائی تھی، اور یہ قرار دیا گیا کہ اس ملک کے قانون کے تحت جو اس سلسلے میں انگلینڈ سے مختلف ہے، تنخواہ کے بقایا جات حکومت کی طرف سے واجب الادا قرض تھے، کہ انہیں مجموع ضابطہ دیوانی کی دفعہ 60 کے تحت ڈگری پر عمل درآمد میں بطور قرض منسلک کیا جا سکتا ہے، اور یہ کہ اس بنیاد پر اس کی وصولی کے لیے کارروائی قابل عمل ہے۔ اس فیصلے کو حال ہی میں اس عدالت نے ریاست بہار بنام عبدالماجد ([1]) میں منظور کیا تھا، جس میں یہ نشاندہی کی گئی تھی کہ تنخواہ انعام کی نوعیت کی نہیں ہے، اور یہ کہ انگلینڈ میں حقوق کی درخواست کے ذریعے جو کچھ بھی وصول کیا جا سکتا ہے اس ملک میں کارروائی کے ذریعے وصول کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے اس سوال کو اب تنازعہ سے بالاتر حل سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن ہم موجودہ کارروائی میں حکومت کی طرف سے قابل ادائیگی کسی بھی قرض سے متعلق نہیں ہیں۔ یہ دعوی مہنگائی الاؤنس کے بقایا جات کی وصولی کے لیے نہیں ہے جو اس سے متعلق نافذ قوانین کے تحت واجب الادا تھے۔ اب جو دعوی پیش کیا گیا ہے وہ حکومت کو ایک خاص شرح پر مہنگائی الاؤنس دینے پر مجبور کرنا ہے، اور بنیادی قواعد کے قاعدہ 44 کے تحت، اس طرح کا دعوی فضل کا معاملہ ہے نہ کہ حق کا معاملہ۔ انگلینڈ میں، اس طرح کے دعوے کے سلسلے میں حق کی کوئی درخواست نہیں ہوگی۔ اس طرح یہ موقف ہالسبری کے انگلینڈ کے قوانین، جلد IX، صفحہ 688، نوٹ (ز) میں بیان کیا گیا ہے:

"یہ فرض کرنا غلط ہے کہ حق کی درخواست ان معاملات کے لیے ہوگی جو حق کے نہیں بلکہ فضل کے ہیں۔ [ڈی بوڈے (بیرن) بنام آر ([2])]"

اس ملک میں بھی یہی قانون ہے جہاں کوئی کارروائی حق کی درخواست کا متبادل ہوتی ہے۔ نتیجے میں، ہمیں یہ ماننا چاہیے کہ درخواست میں اٹھائے گئے معاملات منصفانہ نہیں ہیں۔

مدعاعلیہ کے قابل وکیل جناب نمبیار نے اس موقف کی درستگی پر اختلاف نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے استدلال کیا کہ جب ایک بار حکومت نے قاعدہ 44 کے تحت الاؤنس کا پیمانہ طے کرنے کی قرارداد منظور کی تو یہ آئین کے آرٹیکل 13(3)(a) میں بیان کردہ قانون ہوگا، اور اگر یہ قانون آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اسے کالعدم قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک دلیل ہے جو ان کے لیے واضح طور پر کھلا ہے، اور اس لیے جس سوال کا فیصلہ ہونا ہے وہ یہ ہے کہ کیا 26 ستمبر 1948 کی قرارداد آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی کے طور پر خراب ہے۔

اب قرارداد میں جو اسکیم اختیار کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ملازمین کو مہنگائی الاؤنس تنخواہ کے مطابق درجہ بندی کے پیمانے پر ادا کیا جائے، مختلف سلیب کے لئے مختلف شرحیں اختیار کی جائیں اور شرح کو سب سے کم سے اعلی درجے تک کم کیا جائے۔ کوئی اعتراض نہیں اٹھایا گیا ہے کہ تنخواہ کے مختلف سلیب کے لئے مہنگائی الاؤنس کی مختلف شرحوں کا تعین آرٹیکل 14 کے لئے ناپسندیدہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی بھی سلیب کے اندر، یہ اسکیم تمام ملازمین کو ایک ہی پوزیشن میں رکھتی ہے، سوائے اس کے کہ سب سے نچلی رینک میں ناگپور اور جبل پور شہروں کے رہائشیوں کے لئے قدرے زیادہ شرح مقرر کی گئی ہے، جس پر ایک بار پھر امتیازی سلوک کے طور پر حملہ نہیں کیا گیا ہے۔ یہ اسکیم کی خصوصیات ہیں، اس بحث کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوسکتی ہے کہ اس نے کوئی امتیازی سلوک کیا ہے۔

جناب نمبیار یہ دعوی نہیں کرتے کہ اسکیم میں یا اسے اپنانے کی قرارداد میں کچھ بھی ہے، جو اسے آرٹیکل 14 میں نافذ کردہ ممانعت کے اندر لاتا ہے۔ ان دلیل یہ ہے کہ جس کمیٹی کی سفارشات کو حکومت نے قبول کیا تھا، اس نے کمیشن کی رپورٹ میں تجویز کردہ شرحوں کو اپنایا، جیسا کہ ان سرکاری ملازمین کے حوالے سے جن کی ماہانہ تنخواہ 400 روپے سے زیادہ تھی، لیکن جب وہ ان ملازمین کے پاس آئے جن کی ماہانہ تنخواہ 400 روپے تھی یا اس سے کم، انہوں نے کمیشن کی طرف سے مقرر کردہ شرحوں کو مسترد کر دیا، اور اس کے بجائے، مختلف اور کم شرحوں کو اپنایا، اور یہ کہ یہ آرٹیکل 14 کی طرف سے امتیازی سلوک تھا۔ دوسرے لفظوں میں، متنازعہ قرارداد، اگرچہ اپنے آپ میں آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی نہ کرنے کے طور پر درست ہے، اس شق کے تحت کالعدم ہو جاتی ہے جب اسے کمیشن کی رپورٹ کے ساتھ مل کر لیا جاتا ہے۔ ہم نہیں کرتے۔ آرٹیکل 14 میں کچھ ایسی چیز تلاش

کریں جو اس کسی حد تک چونکا دینے والے دلیل کی حمایت کرتی ہو۔ آئین کے تحت، یونین اور ریاستیں الگ الگ ادارے ہیں، جن میں سے ہر ایک کا اپنا ایگزیکٹو اور قانون سازیہ ہے، جس کے اختیارات اچھی طرح سے متعین ہیں۔ آرٹیکل 12 "ریاست" کی وضاحت کرتا ہے جس میں ہر ریاست کی حکومت اور قانون سازیہ شامل ہیں۔ آرٹیکل 13(2) نافذ کرتا ہے کہ ریاست حصہ III کے ذریعہ دیئے گئے حقوق کو چھیننے یا کم کرنے کے لیے کوئی قانون نہیں بنائے گی، اور آرٹیکل 14 نافذ کرتا ہے کہ،

"ریاست کسی بھی شخص کو بھارت کے علاقے میں قانون کے سامنے مساوات یا قوانین کے مساوی تحفظ سے انکار نہیں کرے گی۔

ان دفعات پر، مؤقف یہ ہے کہ جب آرٹیکل 13 کے تحت کسی قانون پر اعتراض کیا جاتا ہے، تو عدالت کو یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ آیا وہ قانون حصہ III کی کسی بھی توضیعات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اگر وہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ کرتا ہے، تو اسے اسے کالعدم قرار دینا ہوگا؛ اگر وہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ نہیں کرتا ہے، تو اسے اسے برقرار رکھنا ہوگا۔ آرٹیکل 13 کے تحت کسی قانون کو کالعدم قرار دینے کے عدالت اختیار کا استعمال اس مخصوص قانون سازیہ کے حوالے سے کیا جانا چاہیے جو متنازعہ ہے۔ یہ قابل فہم ہے کہ جب ایک ہی قانون سازیہ دو مختلف قوانین نافذ کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ ایک قانون سازیہ بناتے ہیں، تو عدالت کے لیے یہ کھلا ہو سکتا ہے کہ وہ اس فارم کو نظرانداز کرے اور انہیں ایک قانون سازیہ کے طور پر مانے اور اسے کالعدم قرار دے، اگر ان کے مل کر وہ امتیازی سلوک کا باعث بنتے ہیں۔ لیکن ایسا کورس کھلا نہیں ہے جہاں، جیسا کہ یہاں، دونوں قوانین کو مل کر پڑھنے کی کوشش کی گئی ہے جو مختلف حکومتوں اور مختلف قانون سازوں کے ذریعہ ہیں۔ آرٹیکل 14 ایک ریاست کے قانون کو اس بنیاد پر ختم کرنے کا اختیار نہیں دیتا ہے کہ اسی موضوع پر دوسری ریاست کے قانون کے برعکس اس کی توضیعات امتیازی ہیں۔ نہ ہی یہ مرکز یا ریاست کے کسی ایسے قانون پر غور کرتا ہے جو اسی طرح کے موضوعات سے متعلق ہو جسے دونوں قوانین کی توضیعات کے تقابلی مطالعہ کے عمل کے ذریعے غیر آئینی قرار دیا جائے۔ دونوں قوانین کے لیے اختیار کے ذرائع مختلف ہونے کی وجہ سے، آرٹیکل 14 کا کوئی اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اس لیے نتیجہ یہ ہے کہ کمیشن کی طرف سے تجویز کردہ اور مرکزی حکومت کی طرف سے منظور شدہ مہنگائی الاؤنس کا پیمانہ اس بات کی

کوئی بنیاد پیش نہیں کر سکتا کہ کمیٹی کی طرف سے تجویز کردہ اور اپیل کنندہ کی طرف سے اپنایا گیا مہنگائی الاؤنس کا پیمانہ آرٹیکل 14 کے منافی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مشکل لگ سکتا ہے کہ اسی طرح کا کام کرنے والے اور کام کرنے والے سرکاری ملازمین کو، ایک ہی جگہ پر بھی، مختلف الاؤنس ملنے چاہئیں؛ لیکن فریقین کے حقوق کا فیصلہ قانونی تحفظات پر کرنا پڑتا ہے، اور یہ ماننا ناممکن ہے کہ آرٹیکل 14 کے تحت زیر بحث قرارداد خراب ہے۔

اپیل کنندہ کی جانب سے یہ دلیل دی گئی کہ آرٹیکل 14 کے حوالے سے مدعا علیہ کی دلیل کی بنیاد پر یہ مفروضہ کہ کمیٹی نے کمیشن کی رپورٹ کو جزوی طور پر اپنایا تھا اور اسے جزوی طور پر مسترد کر دیا تھا، خود ہی بے بنیاد تھا۔ اس خیال میں کہ ہم نے آرٹیکل 14 کے اطلاق پر غور کیا ہے، اس سوال کی کوئی عملی اہمیت نہیں ہے؛ لیکن چونکہ تمام مواد ہمارے سامنے رکھے گئے ہیں، اس لیے ہم اس پر مختصر طور پر اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں۔ رپورٹ کے پیراگراف 80 میں کمیٹی نے مشاہدہ کیا کہ اگرچہ کمیشن نے اپنے پیمانے کی بنیاد کوسٹ آف لیونگ انڈیکس پر رکھی ہے، لیکن انہوں نے خود قیمتوں کی موجودہ سطح کو مہنگائی الاؤنس کے تعین کی بنیاد کے طور پر اپنایا ہے۔ پیراگراف 83 میں انہوں نے مزید مشاہدہ کیا کہ کوسٹ آف لیونگ انڈیکس کی بنیاد پر پیمانے کو طے کرنے میں تنخواہ کے عنصر کو بھی مد نظر رکھا گیا تھا، لیکن چونکہ انہوں نے بنیادی تنخواہ کے پیمانے پر نظر ثانی کی تھی، اس لیے وہ اسے طے کرنے میں شامل نہیں کر رہے تھے۔ پیراگراف 31 میں، انہوں نے مشاہدہ کیا کہ کمیشن کے برعکس وہ پیمانے کو طے کرنے میں ریاست کے مالی وسائل کو مد نظر رکھ رہے ہیں۔ اس طرح، کمیٹی نے اس مسئلے کو ایک مختلف زاویے سے دیکھا، اور مہنگائی الاؤنس کے پیمانے کو طے کرنے میں مختلف اصولوں کا اطلاق کیا؛ اور اگر دونوں اسکیموں نے کچھ مراحل پر ایک جیسے نتائج پیش کیے، تو یہ اتفاق کی وجہ سے تھا اور کمیٹی کی طرف سے کمیشن کی رپورٹ کو اپنانے کی وجہ سے نہیں تھا۔ جناب نمبیار نے ہمیں اپیل گزار کی 4 جنوری 1951 اور 6 اکتوبر 1951 کی دو قراردادوں کا بھی حوالہ دیا، جن میں کچھ دیگر زمروں کے سلسلے میں کمیشن کی طرف سے مقرر کردہ پیمانے کو اپنایا گیا تھا۔ اس کا اس سوال پر کوئی اثر نہیں ہے کہ آیا اس کمیٹی نے جس کی سفارشات کو حکومت نے منظور کیا تھا، کمیشن کی رپورٹ کو جزوی طور پر اپنایا تھا تاکہ امتیازی سلوک کا باعث بنے۔ اوپر بیان کردہ حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ کمیٹی نے

معاملے میں آزادانہ طور پر غور کیا، اور سوال کو ایک مختلف نقطہ نظر سے دیکھا؛ اور اسکیم تیار کرنے میں جو انہوں نے کیا، انہوں نے کمیشن کی رپورٹ کو قبول نہیں کیا، حالانکہ انہوں نے اس سے کافی مدد حاصل کی۔

نتیجے میں، اس اپیل کی اجازت دی جانی چاہیے اور مدعاعلیہ کی درخواست کو مسترد کر دیا جانا چاہیے؛ لیکن ان حالات میں، یہاں یا نچلی عدالت میں اخراجات کے بارے میں کوئی حکم نہیں ہوگا۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔